OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

آیاتِ میراث میں عدل ومساوات کے اصول: ایک تجزیاتی وانطباقی مطالعہ

Justice and Equality in the Qur'anic Verses of Inheritance: An Analytical and Applied Study

Dr. Abdul Aleem
Associate Professor, University of Management and Technology, Sialkot
abdul.aleem@skt.umt.edu.pk
Dr. Naseem Mahmood
Faculty, University of Management and Technology, Sialkot
n.mahmood@skt.umt.edu.pk

Abstract

The research paper "*An Applied Study of Justice and Equality in the Verses of the Inheritance*", explores the dimensions of justice and equality in the Qur'ānic verses of inheritance, particularly those found in Sūrat al-Nisāʾ. Through an analytical examination of relevant Qur'ānic texts and Prophetic traditions, it demonstrates that the Islamic law of inheritance is founded upon principles of fairness, rights protection, and social welfare. The research highlights how the Qur'ān establishes a balanced system by assigning fixed shares to heirs, safeguarding the rights of women and vulnerable family members, preventing economic exploitation, and promoting family cohesion. It further argues that differences in inheritance shares are based on responsibilities and legal obligations rather than discrimination, reflecting a broader concept of distributive justice.

CC BY

The study concludes that the Qur'ānic inheritance framework serves as a comprehensive model for achieving legal, economic, and social justice while fulfilling the higher objectives of Sharīʿah.

Keywords: Inheritance, Justice, Equality, Rights of Heirs, Gender Justice, Economic Justice, Social Welfare

تمہید

قرآن کریم جہاں زندگی کے دیگر تمام گوشوں میں انسانیت کی رہنمائی کرتا ہے وہیں روز مرہ کے معاملات میں اہم اصولوں کا تعین کرتا ہے۔ اس تحقیقی مقالہ میں معاملاتِ زندگی میں وراثت سے متعلق آیات میں انسانیت کو عدل ومساوات کے حوالے سے کیا رہنمائی ملتی ہے؟ اس پر تفصیلی غور کیا جائے گا اور ذیل میں تربیتی جہتوں کا مطالعہ کیا جائے گا۔ ذیل میں ان امور کا تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

1۔عدل

عدل اسلامی تعلیمات کا اہم خاصہ ہے جو کہ معاشرتی امن کا ضامن ہے۔ اسی اصول کے تحت کائنات کا نظم چل رہا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو دیگر صفات کے ساتھ اس صفت کے ساتھ بھی متصف کیا ہے، اسی لئے جو انسان اپنے آپ کو صفتِ عدل کے ساتھ متصف کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنا اس انداز سے مقرب بنالیتا ہے کہ قیامت والے دن جب کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ عادل کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ نصیب فرمائے گا۔ جب عدل کی اتنی اہمیت ہے تو آیاتِ میراث میں جہتِ عدل کے تربیتی سبق پر غور سے پہلے عدل کا مفہوم اور اس کا شرعی حکم جاننا ضروری ہے۔

عدل کا مفہوم

لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو عدل جور کی ضد ہے اور اس کا مطلب ایسا معاملہ ہے جس سے نفس سیدھا رہے اور قائم رہے (بھٹکنے سے بچا رہے) اس طرح عدل کا معنیٰ ہوا "حق کے ساتھ فیصلہ کرنا" اسی لئے کہا جاتا ہے:

فہو یقضی بالحق ویعدل وھو حکم عادل[1] "وہ حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے اور عدل کرتا ہے تو وہ عادل حکمران ہے"

اسی طرح کہا جاتا ہے عدل عن الطریق : حاد "اس نے راستے میں عدل کیا یعنی سیدھے راستے پہ رہا" وعدل الیه: رجع "اس نے اس کی طرف عدل کیا یعنی واپس پلٹ آیا" وعدل فی امرہ:استقام[2] "اس نے اپنے معاملے میں عدل کیا یعنی سیدھا رہا"۔ دینی اصطلاح میں عدل کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے:

التزام الحق قولاًوفعلاً اواعطاء کل ذی حق حقه دون زیادۃ او نقصان،والمساواۃ بین اصحاب الحقوق وعدم الرضا بالظلم علیٰ ای انسان[3]

"قول وفعل اور کسی کو دینے کے اعتبار سے حق کو لازم پکڑنا کہ نہ کسی کو زیادہ دیا جائے اور نہ ہی کم اور حقداروں کے درمیان مساوات قائم رکھنا اور کسی بھی انسان پر ظلم پر راضی نہ ہونا"

اس تعریف پر غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ عدل میں حقوق کی ادائیگی کے اعتبار سے استحقاق کو اس انداز سے پیشِ نظر رکھنا ہے کہ کسی کو اس کے حق سے نہ تو کم دیا جائے اور نہ ہی زیادہ دیا جائے اور جن کا حق بنتا ہے ان کو ان کے حقوق مساوات کے ساتھ دیئے جائیں اور منصف میں یہ صفت پایا جانا لازم ہے کہ وہ کسی پر ظلم نہ کرے اور اگر اس معاملہ میں بیرونی مداخلت ہو بھی تو اس کو کسی طرح خاطر میں نہ لائے اور اصولوں کے مطابق چلے۔ عدل کا یہ معاملہ ضروری نہیں کہ پیشۂ انصاف سے ہی وابستہ افراد کے لئے ہے بلکہ اس کا تعلق دنیا کے ہر فرد کے ساتھ ہے کہ وہ اپنے قولی، فعلی اور دیگر معاملات میں اس الٰہی اصول کو پیشِ نظر رکھے تاکہ اس کے ذریعے کسی کا حق نہ مارا جائے یا کسی کے ساتھ ظلم نہ ہو جائے۔ اس لئے حکومت اور محبت وطاعت جیسے تمام معاملات میں اس کا اطلاق ضروری ہے۔ اسی لئے اسلام نے میاں بیوی کے معاملات میں، اولاد و والدین کے معاملات میں، حتیٰ کہ انسان کی موت کے بعد وراثت کے معاملات میں بھی عدل کا دامن تھامے رکھنے کا حکم دیا ہے اور اس کے برعکس ظلم کی صورت میں قرآن کی وعید واضح ہے کہ:

وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا[4] "اور لیکن جو ظالم ہیں سو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے"

عدل کی صورتیں

اب عدل کی عملی اعتبار سے دو صورتیں ہیں جن میں سے ایک ایجابی ہے اور دوسری سلبی ہے۔ محمد المبارک ان دونوں جہتوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں جس کا مفہوم ہے[5]:

سلبی صورت میں ظلم سے بچنا، اس کا خاتمہ اور لوگوں کی جان ومال، عزت وآبرو سے متعلق ہر طرح کے ظلم کا روکنا اور ظلم وتعدی کرنے والے کو اس عمل سے روکتے ہوئے آثارِ ظلم کا ازالہ کرتے ہوئے مظلومین کو ان کا حق دلانا اور ظالموں کو مناسب سزا دینا ہے۔ ظلم کی یہ صورتیں عام طور پر معاملات میں اور خاص طور پر جنایات میں ہوتی ہیں، جن کی تفصیل قرآن وسنت میں بیان کر دی گئی ہے۔

عدل کی **دوسری صورت ایجابی** ہے جس کا تعلق قومی افراد کی آزادی اور ان کے معاشی حقوق کی آزادی کی حفاظت کی حکومتی ذمہ داری کے ساتھ ہے تاکہ ریاست میں کوئی بھی کمزور، عاجز، لاچار، غریب اور کوئی خوفزدہ شخص اپنے حق سے محروم نہ رہے اور ان کے ان تمام حقوق کی فراہمی اسلام میں حکومتی فرض ہے۔

عدل کا شرعی حکم

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر عدل کے احکام ملتے ہیں۔ ذیل میں چند آیات اس حوالے سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْىِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ[6]

"بے شک اللہ انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم کرتا ہے اور بے حیائی اور بری بات اور ظلم سے منع کرتا ہے، تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم سمجھو"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بالْقِسْطِ[7]   "فرمادیجئے کہ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے"

اللہ تعالیٰ کا مزید فرمان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ[8]   "بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"

ایک اور مقام پر قرآن کریم میں فرمان ہے:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[9]

"ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجااور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف پر قائم ہوں"

ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ عدل کا لزوم نہ صرف اسلام کا حکم ہے بلکہ معاشرتی اصلاح اور امن کا ضامن بھی ہے۔اسی لئے حدیثِ قدسی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان نقل ہے کہ:

يَا عِبَادِي: إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّمًا، فَلَا تَظَالَمُوا[10]

"اے میرے بندو! بے شک میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام رکھا ہے اور تمہارے درمیان بھی اس کو حرام رکھا ہے،تو (دیکھنا) آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ظلم نہ کرنا"

اس حدیث سے فروغِ عدل کی ضرورت اوراہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے،اسی لئے اسلام نے معاملات، شھادات و مخاصمات میں عدل کے دامن کو تھامے رکھنے کا حکم فرمایا ہے اور اس صفت کو اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی طرف منسوب فرمایا ہے اس لئے کہ عدل حقوق کی ادائیگی کا ایک اہم ذریعہ ہیں اور جس معاشرہ میں حقوق کی ادائیگی میں اجتماعی طور پر تساہل نہ ہو وہ معاشرہ بہت جلد ترقی بھی کرتا ہے اور مہذب قوموں میں شامل بھی ہو جاتا ہے۔اسی لئے عدل کو اسلامی تہذیب کے اہم شعار کے طور پر لیا جاتا ہے۔خود نبی کریم ﷺ نے عدل شعاروں کا مقام بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللَّهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا[11]

"عدل کرنے والے اللہ کے ہاں رحمٰن عزوجل کی دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے اور اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں، یہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں، اپنے اہل وعیال اور جن کے یہ ذمہ دار ہیں ان کے معاملے میں عدل کرتے ہیں"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ[12]

"ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، پس اس پر ظلم نہ کرے اور نہ ظلم ہونے دے۔جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا۔جو شخص کسی مسلمان کی ایک مصیبت کو دور کرے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مصیبتوں میں سے ایک بڑی مصیبت کو دور فرمائے گا۔اور جو شخص کسی مسلمان کے عیب کو چھپائے اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے عیب چھپائے گا"

حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَنّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " اتَّقُوا الظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَاتَّقُوا الشُّحَّ، فَإِنَّ الشُّحَّ أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ حَمَلَهُمْ عَلَى أَنْ سَفَكُوا دِمَاءَهُمْ وَاسْتَحَلُّوا مَحَارِمَهُمْ[13]

"ظلم سے بچو، کیونکہ ظلم قیامت کے دن (دلوں پر چھانے والی) ظلمتیں ہوں گی۔ بخل اور ہوس سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل وہوس نے ہلاک کر دیا، اسی نے ان کو اکسایا تو انہوں نے اپنے (ایک دوسرے کے) خون بہائے اور اپنی حرمت والی چیزوں کو حلال کر لیا"

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُومًا، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولُ اللهِ، أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُومًا، أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالِمًا كَيْفَ أَنْصُرُهُ؟، قَالَ: تَحْجُزُهُ أَوْ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ، فَإِنَّ ذَلِكَ نَصْرُهُ[14]

"اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ "ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا لیکن آپ کا کیا خیال ہے جب وہ ظالم ہو گا پھر میں اس کی مدد کیسے کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تم اسے ظلم سے روکنا کیونکہ یہی اس کی مدد ہے"

ان تمام احادیث سے عدل کہ اہمیت اور شرعی ضرورت کا علم ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے عدل کی اہمیت صرف اپنے فرمودات سے ہی واضح نہیں فرمائی بلکہ اپنے عمل سے بھی اس کو واضح فرمایا، اس حوالے سے امام مالک روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ بدر کے دن صفیں سیدھی کروا رہے تھے کہ حضرت سواد بن تمر یہ پاس سے گذرے اور یہ صف سے تھوڑا باہر تھے تو آپ ﷺ نے تیر سے ان کے پیٹ کو ٹھوکر کرواتے ہوئے فرمایا سواد سیدھے ہو جاؤ، تو یہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ نے میرے پیٹ پر ٹھوکر لگا کر مجھے تکلیف پہنچائی ہے مجھے اس کا قصاص چاہئے تو آپ ﷺ نے اپنے بطن مبارک سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا آؤ بدلہ لے لو، تو یہ آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ کے بطن مبارک سے لپٹ گئے اور چومنا شروع کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا سواد! آپ کو ایسا کرنے پر کس چیز نے اکسایا ہے؟ تو عرض کرنے لگے، یا رسول اللہ ﷺ یہ جنگ تو ہونے والی ہے تو میں چاہتا تھا کہ میرا آخری لمحہ آپ ﷺ کے ساتھ گذرے کہ میرا جسم آپ ﷺ کے جسم کو چھو رہا ہو، تو نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔[15]

اس سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کس طرح عدل کا اہتمام فرماتے تھے بلکہ امام طبری لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی ظاہری حیاتِ طیبہ کے آخری ایام میں علالت کی کیفیت میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمانے لگے:

"اگر میں نے کسی کو اس کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہے تو یہ میری پشت حاضر ہے مجھ سے انتقام لے لے، اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہہ کے اس کی بے عزتی کی ہے تو مجھے ایسا کہہ کے انتقام لے لے، اگر میں نے کسی سے کوئی مال لیا ہے تو یہ رہا میرا مال اپنا حساب چکا لے، کوئی آدمی یہ نہ کہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی (نعوذ باللہ) بد مزاجی سے ڈرتا رہا، خبردار بد مزاجی میری طبیعت نہیں ہے اور نہ ہی میرا ایسا کوئی معاملہ ہے، اور سنو مجھے تم میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو مجھ اپنا حق وصول کر لے یا پھر اسے مجھ پر حلال کر دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملوں کہ میں پاکیزہ نفس والا ہوں، فرماتے ہیں پھر ایک آدمی کھڑا ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے آپ کے ذمے تین درہم ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم ہم کسی کو جھٹلاتے نہیں اور

نہ ہی اس سے حلف لیتے ہیں، یہ تین درہم کس طرح میرے ذمے ہیں تو عرض کی، یاد کیجئے ایک دن آپ ﷺ کے پاس ایک سوالی آیا تھا تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تھا کہ میں اسے یہ دے دوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا اے فضل یہ (تین درہم) اسے ادا کر دو"[16]

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال مبارک سے پہلے اپنی ذات لوگوں کے سامنے پیش فرمادی تا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے پہلے مخلوق کے ساتھ اپنا معاملہ صاف کرلیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس حاضری کے وقت دامن تمام تر ذمہ داریوں سے بری ہو، یہ معاملہ اسلام کے نظامِ عدل کی سب سے اعلیٰ مثال ہے، جس سے ارباب اختیار کو ایک درس ملتا ہے کہ اقتدار کے نشہ میں دھت ہو کر جائز و ناجائز کی تمیز ختم کرنے کی بجائے اپنا دامن جور و جفاء کی آلائشوں سے پاک کرنا ہو گا تب عوام الناس عدل کی طرف توجہ دے گی اور اپنے آپ کو حق تلفیوں سے بچا پائے گی۔ اس سے ایک کو حق دار کو اس کا حق دلوانا ان پر لازم نظر آتا ہے اور دوسرا ظالم و جابر کو اس کے کئے کی سزا دینا بھی ان کی ذمہ داری بنتی ہے تا کہ معاشرہ حق تلفیوں سے پاک ہو جائے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدَاهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ[17]

" اور اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کرادو، پس اگر ایک ان میں دوسرے پر ظلم کرے تو اس سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے "

آیاتِ میراث میں تربیتی درس:

سورۃ النساء کی آیاتِ میراث کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں حق دار کو وراثت میں اس کا حق دینے پر زور دیا ہے اور اس معاملہ میں ظلم و تعدی سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوَاهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ ۚ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا[18]

" اللہ تمہیں تمہاری اولاد (کی وراثت) کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ ہے، پھر اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں (دو یا) دو سے زائد تو ان کے لئے اس ترکہ کا دو تہائی حصہ ہے، اور اگر وہ اکیلی ہو تو اس کے لئے آدھا ہے، اور مُورث کے ماں باپ کے لئے ان دونوں میں سے ہر ایک کو ترکہ کا چھٹا حصہ (ملے گا) بشرطیکہ مُورث کی کوئی اولاد ہو، پھر اگر اس میت (مُورث) کی کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث صرف اس کے ماں باپ ہوں تو اس کی ماں کے لئے تہائی ہے (اور باقی سب باپ کا حصہ ہے)، پھر اگر مُورث کے بھائی بہن ہوں تو اس کی ماں کے لئے چھٹا حصہ ہے (یہ تقسیم) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد (ہو گی)، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تمہیں معلوم نہیں کہ

فائدہ پہنچانے میں ان میں سے کون تمہارے قریب تر ہے، یہ (تقسیم) اللہ کی طرف سے فریضہ (یعنی مقرر) ہے، بیشک اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے"

آیت کے ابتدائی الفاظ کو دیکھیں تو اس میں ایفائے عہد اور اطاعتِ الٰہیہ کا درس کہ اللہ تعالیٰ وراثت کے معاملہ میں مسلمانوں سے عہد لے رہا ہے اور انہیں اس عہد کے ایفاء کا حکم دے رہا ہے۔ علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ وراثت کے معاملہ میں یہاں اولاد کے درمیان عدل اور مصلحت کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیا جارہا ہے۔[19] ابن کثیر یہاں نقل کرتے ہیں کہ یہاں اولاد کے درمیان وراثت کے معاملہ میں جاہلیت کے طریقہ سے ہٹ کر عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے کہ دورِ جاہلیت میں وراثت صرف مذکر اولاد کو دی جاتی تھی اور مؤنث اولاد کو اس سے محروم رکھا جاتا تھا۔[20] ابوزہرہ آیت کے الفاظ " اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا" پر تبصرہ کرتے ہیں کہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کا اس نفع کی تاکید کے لئے استعمال کیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی اس تقسیم میں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تقسیم عدل کے مطابق کی ہے۔[21] گویا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وراثت کی اس تقسیم میں اپنے نظامِ عدل کی پنہاں حکمت کو واضح فرما کر جاہلیت کے طریقے کو عملاً باطل اور خلافِ عدل قرار دے دیا ہے۔ اس کے بعد اگلی آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۗ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ ۚ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ[22]

" اور تمہارے لئے اس (مال) کا آدھا حصہ ہے جو تمہاری بیویاں چھوڑ جائیں بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو تمہارے لئے ان کے ترکہ سے چوتھائی ہے (یہ بھی) اس وصیت (کے پورا کرنے) کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، اور تمہاری بیویوں کا تمہارے چھوڑے ہوئے (مال) میں سے چوتھا حصہ ہے بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد نہ ہو، پھر اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو ان کے لئے تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں حصہ ہے تمہاری اس (مال) کی نسبت کی ہوئی وصیت (پوری کرنے) یا (تمہارے) قرض کی ادائیگی کے بعد، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کی وراثت تقسیم کی جارہی ہو جس کے نہ ماں باپ ہوں نہ کوئی اولاد اور اس کا (ماں کی طرف سے) ایک بھائی یا ایک بہن ہو (یعنی اخیافی بھائی یا بہن) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے، پھر اگر وہ بھائی بہن ایک سے زیادہ ہوں تو سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے (یہ تقسیم بھی) اس وصیت کے بعد (ہوگی) جو (وارثوں کو) نقصان پہنچائے بغیر کی گئی ہو یا قرض (کی ادائیگی) کے بعد، یہ اللہ کی طرف سے حکم ہے، اور اللہ خوب علم و حلم والا ہے"

اس آیتِ کریمہ کے الفاظ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت میں ورثاء کے حصے اور وراثت کی تقسیم کے اصولوں کا تعین فرمادیا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حصے مقرر فرمائے ہیں وہ عدل کے تقاضوں کے مطابق ہیں اور اس میں کسی پر کسی طرح کا ظلم نہیں ہے بلکہ حق دار کے لئے اس کا حق متعین فرمادیا ہے تاکہ اسلامی قانون میں یہ ایک حجت بن جائے اور کوئی بھی

اس سے سر تابی کی جرات نہ کر سکے۔ پھر آیت کے الفاظ "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ" پر علامہ ابن کثیر تبصرہ کرتے ہیں کہ:

یہ ساری تقسیم اس لئے ہے کہ عدل پر ایک حکم متعین ہو جائے جس سے کہ نقصان پہنچانے، ظلم کرنے اور بعض ورثاء کو ان کے حصوں سے محروم رکھنے، ان کے حصوں میں کمی کرنے یا اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصوں میں اضافہ کرکے زیادہ دینے والے امور کے جواز کی نفی ہو جائے۔[23]

یہاں ایک بات اور واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت کی اس تقسیم میں تمام مذکر اولاد کو برابر رکھا ہے ان میں عمر کے کم یا زیادہ ہونے، جسم کے کمزور یا طاقتور ہونے یا صاحبِ بصیرت یا بیوقوف ہونے کا کوئی عمل دخل نہیں بلکہ صنف کا اعتبار کرتے ہوئے ان کو برابر رکھا ہے اور ایسا اس لئے ہے کہ عمر، عقل وسفاہت یا جسمانی قوت وضعف یہ سب حقِ ولادت، ثبوتِ نسب اور دیت کے معاملہ میں عاقلہ میں شمولیت میں کسی طرح بھی اثر انداز نہیں ہوتے بلکہ نظام شریعت کے مطابق سب کو دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح کا معاملہ جنسِ مخالف کے ساتھ روا رکھا گیا ہے کہ ان کو بھی تعلق اور رشتہ کی بناء پر متعین حصوں میں برابر رکھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نظامِ عدل کا مظہر ہے اور اس لئے بھی جب انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے تو اس پر نظام اور قانون بھی اسی کا چلنا چاہئے کہ اس کا نظام عدل کے اصولوں پر قائم ہے اسی لئے زمین وآسمان، چاند، سورج اور تارے جب سے بنے ہیں ایک نظام کے تحت گردش میں ہیں اور کسی کو بھی اس نظامِ عدل سے سرمو انحراف کی مجال نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وراثت کے یہ اصول بیان کرنے سے پہلے فرمایا: "يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ" یہاں بِاَوْلَادِكُمْ نہیں فرمایا اس لئے یہاں مقصود ان کے درمیان عدل کو ملحوظ رکھنا اور ان پر ظلم وستم سے منع کرنا ہے جو کہ معاشرتی امن کی ضمانت ہے۔ آج کے معاشرہ میں زیادہ تر جھگڑوں اور تصادم کی بنیاد مال ومتاع ہی ہے کہ ہر کوئی اس میں اضافہ کا طلبگار ہے، تو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو ان آیات میں پیغام دیا ہے کہ اگر حق دار کو اس کا حق بغیر مانگے دے دیا جائے تو وہ اس کی قدر بھی کرے گا اور دوسروں کی حق تلفی سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش بھی کرے گا اور اگر کوئی اس کا حق مارے گا تو وہ دشمنی میں آکر اس کو زیادہ نقصان پہنچانے اور نیچا دکھانے کی کوشش میں لگ جائے گا جس سے معاشرتی سکون برباد اور لوگوں کی نا ختم ہونے والی دشمنیوں کی نذر ہو جائے گا جس کا نتیجہ انتشار اور غربت وافلاس کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلے گا۔

اسلام کے نظامِ وراثت میں عدل کی ایک اور جہت جو سامنے آتی ہے وہ تقسیم وراثت سے پہلے میت کی تجہیز وتکفین، اس کے قرضوں کی ادائیگی کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اس کے ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا تاکہ وہ مرنے کے بعد بھی کسی پر بوجھ نہ بنے اور اس کے کفن دفن کا خرچہ اس کے اپنے ترکہ میں سے ہو اور دوسرا قرضوں کی ادائیگی اس کے اپنے ترکہ سے اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور انسانی حقوق سے بری ہو کر حاضر ہو کہ یہ قرض اس کے جنت میں داخلے کے لئے رکاوٹ نہ بن سکے اور اسی طرح وصیت کا معاملہ ہے کہ وہ معاشرے کے ضرورت مندوں یا اپنے ساتھ افراد یا فلاحی اداروں کے حق میں وصیت کرکے اپنی اخروی فلاح کا سامان بھی کر جائے تو اللہ تعالیٰ وراثت کے اس نظامِ عدل میں وصیت کو بھی شامل فرمایا کہ میت کی کی ہوئی وصیت کو پورا کرنے کے بعد جائیداد ورثاء میں تقسیم کی جائے اور نبی کریم ﷺ نے اس نظام میں عدل کی جہت کو سامنے رکھتے ہوئے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو، جبکہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے اپنا سارا مال، پھر دو ثلث، پھر نصف اور بالآخر ایک ثلث وصیت کرنے کی اجازت طلب کی تو ایک ثلث پر فرمایا:

اَلثُّلُثُ وَالثُّلُثُ كَثِيرٌ[24] "ایک تہائی اور ایک تہائی ہی کافی ہے"

اس نبوی فرمان اور حضرتِ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادہ کو دیکھیں تو واضح ہے تمام، دو تہائی یا نصف مال کی وصیت ورثاء کو ایک طرح سے وراثت کے حصہ سے محروم رکھنا ہے جو کہ ایک ظلم ہے تو نبی کریم ﷺ نے وصیت کے معاملہ کو ایک تہائی کے ساتھ مقید فرما کر ورثاء کو بھی ظلم سے بچا لیا اور ایک تہائی کی اجازت دے کے مرنے والے کو بھی مرتے وقت اپنی قبر اور آخرت کی بہتری کا سامان کرنے کا موقع دے دیا، اس سے پتہ چلتا ہے ان دونوں جہتوں میں خیر ہی خیر اور عدل کا فروغ ہے۔

آیات میراث سے ترتیبی امور کو مزید اختصار کے ساتھ درج ذیل نکات میں سمجھا جا سکتا ہے:

i. حق دار کو اس کا حق دینا

اس کے ذریعے حق دار تک اس کا حق پہنچ جاتا ہے اس لئے کہ حق تلفی کرنے والا نظامِ عدل کو توڑنے والا ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ فَرَّ مِنْ مِيرَاثِ وَارِثِهِ قَطَعَ اللّٰهُ مِيرَاثَهُ مِنَ الْجَنَّةِ[25]

"جس نے اپنے وارث کی میراث سے فرار اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی جنت کی میراث کاٹ لے گا"

اس کا یہ عمل اس کے جنت سے محروم کر دے گا۔ اس لئے قرآن کا اصولِ وراثت عدل کی جہت سے یہی ہے کہ جس کا وراثت میں جتنا حصہ بنتا ہے وہ اسے دے دیا جائے۔ آج کے دور میں بالخصوص بہنوں اور بیٹیوں کے حوالے سے اس اصول پر عمل کی ضرورت ہے تا کہ استحصال کا خاتمہ ہو سکے۔

ii. قرض خواہ کے حق کو ترجیح دینا

آیاتِ میراث میں عدل کی جہتوں میں ایک اہم جہت یہ ہے کہ وصیت کے نفاذ اور ورثاء میں ترکہ کی تقسیم سے پہلے قرض خواہوں کا قرض ادا کیا جائے، تا کہ ان کو ان کا حق پہنچ جائے اور تقسیمِ وراثت کے بعد وہ ورثاء کی فرداً فرداً منتیں نہ کرتے رہیں، بلکہ اس کے تقاضا سے پہلے ہی اس کا حق اس تک پہنچ جائے۔ آیتِ کریمہ کے الفاظ "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ" اور اس سے پہلی آیت کے الفاظ "مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ" اس فرض کی ادائیگی کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں بلکہ سورۃ النساء کی اسی آیت نمبر 12 میں وصیت اور قرض کی ادائیگی کا معاملہ تقسیمِ وراثت سے پہلے کلیئر کرنے کا حکم تین بار آیا ہے اور ان دونوں آیتوں میں کل چار بار اس معاملہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو کہ اس کی نزاکت کو بیان کرتی ہے اور اس سے بے اعتنائی برتنے کی صورت میں اخروی سزا کا بھی اس میں اشارہ ملتا ہے۔

iii. کمزور طبقات کا تحفظ

معاشرے میں یتیم، بیوائیں، بیٹیاں اور بہنیں کمزور طبقات سمجھے جاتے ہیں جن کی نگہداشت ان کو اپنے عزیز کی جدائی کا غم بھلانے کا ذریعہ بن سکتا ہے اسی لئے اسلام نے وراثت کا قانون عطا کیا کہ عدل کی اس جہت کو فوری طور پر پورا کیا جائے اور محروم المعیشت کمزور پسماندگان کی کفالت کا فوری بندوبست ہو سکے۔

iv. ذمہ داری اور استحقاق کا توازن

ایک ضروری امر ہے کہ ذمہ داریوں کے اعتبار سے جس کا جتنا استحقاق بنتا ہے وراثت میں اس کو اتنا ہی حصہ دیا جائے اسی لئے اسلام نے مذکر کے لئے مؤنث کا دوگنا حصہ رکھا کہ ان کے ساتھ ان کی کفالتی ذمہ داریوں کے مطابق عدل ہو سکے۔

v. خاندانی استحکام کا تحفظ

وراثت کا اسلامی اصول اس لئے بھی اہم ہے کہ اس میں خاندانی استحکام کی ضمانت ہے کہ تقسیم وراثت کے ذریعے خاندان میں مالی تفاوت نہیں رہتا اور اسی طرح یہاں من مانیوں کی بجائے ایک دوسرے کے حقوق کے تحفظ کا درس دیا گیا تاکہ خاندان کا کوئی فرد کسی پر مالی اعتبار سے ظلم نہ کرے بلکہ اسلامی اصولوں کے مطابق مال آپس میں تقسیم کریں اور یہ کفالت کا ایک اعلیٰ معیار ہے کہ مالی مشکلات کے ازالہ کے ساتھ خاندان مستحکم ہو جائے۔

vi. وصیت اور میراث میں توازن

اسلام نے مسلمان کو اپنے ترکہ سے متعلق وصیت کا اختیار تو دیا ہے مگر اسے محدود رکھا ہے تاکہ ورثاء بعد میں محتاج نہ ہوں اور ان مورث کا مال کسی اور طرف منتقل ہو جائے۔ اسلام کا یہ اصول عدل کے تقاضوں کے مطابق وصیت اور وراثت میں توازن کا اہم ذریعہ ہے کہ معاشرے کے دیگر نادار افراد یا قریبی رشتہ دار بھی مرنے والے کے مال سے استفادہ کرلیں اور اس ورثاء بھی اس سے اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے کے اسباب حاصل کرلیں اس طرح وراثت فرض کی ادائیگی اور وصیت نفلی صدقات کا ذریعہ بن جائے گا جو کہ وارث اور مورث دونوں کے لئے فائدہ مند ہو گا۔

2۔ مساوات

اسلام دین فطرت ہے اور اس کی تمام تعلیمات انسانی مساوات کے لیے رہنما اصولوں کا تعین کرتی ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو ایک جان سے پیدا کیا اور پھر آگے اس سے متعدد انسانوں کو پھیلایا سب انسانوں کو برابر قرار دیتے ہوئے عزت اور وقار کے لئے معیار تقویٰ رکھا۔ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ[26]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمہیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو، بیشک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے"

یہاں عزت کا معیار رنگ و نسل، عہدہ و منصب اور مال و متاع کو نہیں بلکہ پرہیز گاری کو قرار دیا گیا ہے اور پھر تمام کے تمام انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق مراتب عطا فرمائے تو جس طرح ان کے اعمال مختلف ہیں اسی طرح آخرت میں ان کے درجے بھی مختلف ہوں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے قرب کا درجہ بھی ان کے اعمال کے مطابق ہی ہو گا۔ اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے مساوات کو فروغ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ،أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوٰى

" اے لوگو !خبر دار بے شک تمہارا رب ایک اور تمہارا باپ ایک ہے، تم میں سے کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر ، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی سیاہ کو کسی سرخ پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہاں مگر تقویٰ کے ساتھ "

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی نظر میں مرد و عورت حقوق اور واجبات کے اعتبار سے برابر ہیں اور ان کی یہ برابری ایک طبعی امر ہے اس لیے کہ ان میں سے کوئی بھی معاشرہ سے الگ نہیں ہے اور معاشرہ ان دونوں جنسوں سے مل کر بنتا ہے اور دونوں مل کر خاندان کے افراد کی نگہداشت اور ان کی تربیت کرتے ہیں، اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان دونوں جنسوں کی ذمہ داریاں ان کی ہمت اور طاقت کے مطابق رکھی ہیں کہ جو جسمانی اعتبار سے جتنی ہمت اور طاقت رکھتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کو اسی طرح عبادات و معاملات میں مکلف رکھا ہے اور کسی کو اگر قوام کا درجہ دیا ہے تو اس سے مراد اس کی برتری نہیں بلکہ اس میں اس کی ذمہ داریاں ہیں کہ وہ معاشرہ کے دیگر افراد کی نگہداشت کرتے ہوئے معاشرتی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکے۔

مساوات دو چیزوں کو برابر رکھنے یا ایک درجہ میں رکھنے کا نام ہے جیسے عمومی طور پہ کہا جاتا ہے:

فلان وفلان سواء اى متساويان وقوم سواء[27]

"فلاں اور فلاں مساوی ہیں یعنی برابر ہیں اور مساوی قوم"

مگر اصطلاحی اعتبار سے مساوات کا معنی متعدد حقوق و فرائض میں مختلف افراد کو ایک ہی جگہ رکھنا ہے اس اعتبار سے ابن مسکویہ لکھتے ہیں:

والمساواة اشرف النسب المذكورة ، ولذلک لاتنقسم ولايوجد لها انواع،وانماهى وحدة فى معناها او ظل للوحدة[28]

"مساوات تناسب میں سب سے افضل ہے یہی وجہ ہے اس کو نہ تقسیم کیا جاتا ہے اور نہ ہی اس کی فروعات پائی جاتی ہیں بلکہ یہ اپنے معنی کے اعتبار سے وحدت یا وحدت کا سایہ ہے"

ایک اور مقام پر اس کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

واقل ماتكون المساواة بين اثنين،ولكنها تكون فى معاملة مشتركة بينهما[29]

"اور دو افراد کے درمیان مساواۃ بہت ہی کم ہوتی ہے ہاں البتہ یہ ان دونوں کے درمیان کسی مشترک معاملہ کی بناء پر ہو سکتی ہے"

اب اس اعتبار سے جب اجتماعی معاملات کو دیکھتے ہیں تو مساوات سے مراد معاشرہ کے تمام افراد کو ایک جیسے حقوق فراہم کرنا ہے تاکہ وہ تمام کے تمام امن و امان میں رہیں اور معاشرہ کے تمام کے تمام انسان اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کریں اس لیے کہ جب سب کو پتہ ہوگا کہ ان کو ان کے حقوق مل رہے ہیں تو کسی طرح بھی وہ غیر مطمئن نہیں ہوں گے بلکہ ان کو اس بات کا یقین ہوگا کہ اب ان کے حقوق سلب نہیں ہوں گے اس لئے وہ

امن وآتشی کے ساتھ زندگی گذارنے کو ترجیح دیں گے۔ قبل از اسلام اگر تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ عورت معاشرے کا ایک حقیر فرد تھی جبکہ اس کے برعکس مرد اپنے معاشرے کا مطلق سردار شمار کیا جاتا تھا ،خاندان میں اس کی حیثیت مسلمہ تھی اور کوئی بھی اس کے امور میں مداخلت کرنے کا روادار نہیں تھا۔جنگ کرنا ،گھڑسواری کرنا اور طاقت کے دیگر امور سرانجام دینا یہ اسی کا کام تھا، عورت ان چیزوں کے قریب قریب بھی نہیں پھٹکتی تھی۔ یہی وجہ ہے جاہلی ادب میں جرات وبہادری کی داستانیں صرف مردوں کی ہی ملتی ہیں جبکہ اس معاشرے کی عورت خدمت گزار اور مردوں کے مطالبات پورے کرتے نظر آتی ہے، لیکن جب اسلام کا ظہور ہوا تو اس نے عورت کو سہارا دیا، اس کو اس کے استحقاق کے مطابق معاشرے میں مقام دیا اور خاندان میں اسے اہم کردار ادا کرنے والی شریک حیات کا درجہ دیا اورصرف خدمت گزاری کی بجائے عزت و تکریم اورعفت وعصمت کے ساتھ ساتھ مال کی ملکیت کا حق دیامگر اس کے مالی معاملات کا مکلف مرد کو بنایا، چاہے وہ یہ امور باپ،شوہر ، بیٹے،بھائی ،چچا، ماموں یا خالو کسی بھی حیثیت سے سر انجام دے اوران تمام رشتوں کو اسلام نے عورت کی سابقہ محرومیوں کا ازالہ کرنے کے لیے مختص کر دیا جبکہ اس کے بدلہ میں عورت سے اپنی عفت،اپنے شوہر کی عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت ،اپنی اولاد کی صحیح تربیت کے اہتمام کا تقاضاکیا۔ ان تمام امورپر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام واقعتاً مرد و زن کی مساوات کا قائل ہے اور یہ مساوات صرف لفظی نہیں بلکہ عملی طور پر نافذ نظر آتی ہے۔

آیات ِمیراث کو اگر دیکھا جائے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے وراثت کے احکام کے بیان کا آغاز ہی حکم کے انداز سے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ مذکر کے لیے مؤنث کا دوگنا حصہ ہے اور یہاں وصیت کا لفظ حکم کے معنی میں استعمال کرتے ہوئے گویا انسانیت کے درمیان مساوات کاایک سلسلہ قائم کر دیاہے کہ جہاں ان کے فرائض ہیں وہیں ان کے حقوق بھی ہیں۔ یہاں ضروری ہے آیاتِ میراث میں مساوات کے ذیل میں ملنے والے تربیتی دروس کا جائزہ لیا جائے تاکہ ان پر عمل پیراہو کر اپنے معاملات کو اس ضمن میں احکامِ قرآنی کے مطابق ڈھالا جا سکے۔

آیاتِ میراث میں مساوات کی جہتیں

قرآن پاک میں وراثت سے متعلق آیات کا جائزہ لیا جائے تو ان میں مساوات کی جو جہتیں سامنے آتی ہیں ان میں انسانی مساوات، قانونی مساوات، صنفی مساوات،استحقاقی مساوات،معاشی مساوات اور سماجی مساوات ہیں۔ذیل میں ان تمام جہات کاتفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

i. انسانی مساوات

انسانی مساوات کا اگر جائزہ لیا جائے تو دورِ جاہلیت کے طریقے کے برعکس اسلام نے وراثت کے معاملہ میں تمام انسانوں کو شامل کیا ہے اور کسی کو بھی اس حق سے محروم نہیں رکھا۔ جاہلیت کے دستور میں عورت اور غلام اس حق سے محروم تھے مگر اسلام نے ان کو اس معاملہ میں شریک رکھا ہے اور ولاء کے اصول کے تحت غلاموں کو بھی اس میں شامل فرمایا

ہے۔ بہر حال قرآن آیات کے ذیل میں مرد اور عورت دونوں اس حق میں شامل رکھے گئے اور کسی کو بھی محروم نہیں کیا گیا، تو ایک طرح سے اسلام نے عورت کو باقاعدہ معاشرے کا اہم فرد ثابت کیا اور اس کے مالی حقوق کا بھی تعین کر دیا کہ اس کو ان حقوق سے محروم رکھنا اس پر ظلم شمار کیا جائے گا جو کہ عند اللہ قابلِ گرفت معاملہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی کا سبب ہو گا۔ اب جو اصول تھا کہ ساری جائیداد طاقتور لے اڑے گا، خواتین، کمزور اور یتیم اس سے محروم رکھے جائیں گے اسلام نے اس کا بالکل خاتمہ کر دیا اور تقسیمِ وراثت کے وقت یتیم اگر موجود ہوں تو ان کو صدقہ کا مستحق ٹھہراتے ہوئے ورثاء کو اپنے حصوں میں سے کچھ نہ کچھ ان کو دینے کا حکم دیا تاکہ ایک تو ان میں احساسِ محرومی نہ ہو اور دوسرا ان کی معاونت بھی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا اس حوالے سے فرمان ہے:

وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا[30]

"اور جب تقسیم کرتے وقت رشتہ دار اور یتیم اور مسکین آجائیں تو اس مال میں سے انہیں بھی کچھ دیدو اور ان سے اچھی بات کہو"

یہی وجہ ہے امام محمد بن سیرینؒ اور عبیدہ سلمانیؒ نے میراث تقسیم کرنے سے پہلے بکری ذبح کی اور کھانا تیار کر کے یتیموں میں تقسیم فرمایا اور کہا کہ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو میں یہ خرچہ اپنے مال سے کرتا[31] اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے جب اپنے والد کی میراث تقسیم کی تو اسی مال سے بکری ذبح کروا کر کھانا تیار کروایا اور جب حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کا پتہ چلا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ انہوں نے قرآن پر عمل کیا ہے۔[32] اس سے واضح ہوا کہ اسلام نے جہاں ورثاء کو وراثت میں شامل کیا ہے وہیں مساکین، فقراء اور قریبی رشتہ داروں کو بھی کسی نہ کس انداز میں اس معاملہ میں شامل رکھ کر انسانوں کے درمیان توریثی مساوات کو قائم کیا ہے۔

ii. قانونی مساوات

تقسیمِ میراث کے اصولوں کو بیان کرنے کے بعد فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ کے قرآنی الفاظ کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسانی معاشرہ میں اسلامی قانون کی رِٹ قائم فرما دی ہے کہ اس معاملہ کو معمولی نہ سمجھ لینا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرض ہے جس کی ادائیگی کا اہتمام ہر صاحب اختیار پر لازم ہے۔ اس میں ایک اہم قانونی معاملہ یہ بھی بیان ہوا کہ بقدر مسؤلیت حصوں کی تقسیم میں مساوات کا اصول اللہ تعالیٰ کا طے کردہ ہے لہٰذا کوئی بھی صاحب اختیار اور صاحب منصب اپنی مرضی کے مطابق اس میں کمی بیشی نہیں کر سکتا ہے اگر کوئی ایسا کرے گا تو عند اللہ اس کی گرفت ہو گی اور اس کا شمار ظالموں میں کیا جائے گا اور تیسرا قانونی نکتہ اس میں یہ ہے کہ معاشرے کے کسی حقدار کو کسی کی مرضی سے اس کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا بلکہ وراثت کے حق کی وصولی میں تمام انسانی طبقات کا برابر کا استحقاق ہے، قانونِ شریعت میں کسی کی مرضی کے مطابق تبدیلی نہیں ہو گی بلکہ اسلام قانون کی نظر میں سب کو برابر دیکھنا چاہتا ہے۔ اسی لئے تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى أَعْجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى[33]

"خبر دار! کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں، نہ ہی کسی سرخ کو کسی سیاہ پر، اور نہ ہی کسی کالے کو سرخ پر مگر تقویٰ کی بناء پر"

قانونی اعتبار سے یہاں سب کو برابر رکھا ہے مگر مراتب کا فرق صرف تقویٰ کی بنیاد پر رکھا ہے، لہٰذا وراثت کے معاملہ میں سب کو حصے ان کے قانونی حق کے مطابق ملیں گے اور اس معاملہ وہ سب برابر ہیں۔

iii. صنفی مساوات

اللہ تعالیٰ نے دورِ جاہلیت کے صنفی تفاوت کو اس قانون میں ختم کیا ہے کہ وہاں صنفِ عورت کو وراثت سے بالکل محروم رکھا جاتا تھا لیکن اسلام نے ان کو اس معاملہ میں شریک کرکے معاشرتی ناانصافی کا ازالہ کرتے ہوئے حصولِ وراثت میں صنفی مساوات قائم کردی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" اگرچہ حصوں کے فرق کو توروار کھتا ہے مگر اس میں پنہاں فلسفہ پر غور اس کو تفاوت نہیں مساوات قرار دیتا ہے کہ کسبِ معاش اور دیگر ذمہ داریوں کو نبھانا مرد کے فرائض میں شامل ہے جبکہ اسلامی قانون میں عورت ان ذمہ داریوں سے بالکل بری ہے۔ حقیقت ناآشنا اس کو تفاوت کا نام دیتے ہیں مگر تنقیدی جائزہ لیا جائے تو ذمہ داریوں کے اعتبار سے بیوی کے مہر، نفقہ، لباس اور سکنیٰ کی ذمہ داری، اولاد پر خرچ اور ان کے مالی معاملات کی نگہداشت اور بوڑھے والدین کی کفالت سب مرد کے حصے میں ہیں جبکہ عورت ان سے بری ہے دوسری طرف عورت مال ہوتے ہوئے بھی اس طرح کی ذمہ داریوں سے بری، اپنے مال پر تصرف کا مکمل حق، اور وراثت کے اعتبار سے ماں، بیٹی، بیوی اور بہن کی حیثیت سے حصہ پاتی ہے جس میں حصولِ مال تو ہے مگر ذمہ داری کوئی نہیں ہے، اس لئے ان تمام امور کی رعایت کرتے ہوئے قرآن پاک بعض اوقات مرد کا حصہ زیادہ مقرر کرتا ہے تاکہ ذمہ داریوں کے اعتبار سے حصولِ وراثت میں صنفی مساوات قائم رہ سکے اور کسی پر ظلم نہ ہو بلکہ استحقاق کے مطابق حصہ مل جائے۔

iv. استحقاقی مساوات

سابقہ نکتہ جہاں جنسی تفاوت کو ختم کرتا ہے وہیں استحقاقی مساوات بھی قائم کرتا ہے۔ اگر وراثت کے معاملہ میں صرف عددی مساوات کو پیشِ نظر رکھا جاتا تو پھر ذمہ داریوں کے اعتبار سے تفاوت قائم رہتا۔ ویسے بھی اسلام ہر موقع پر مرد کو عورت کی نسبت دوگنا نہیں دیتا بلکہ باپ اور ماں کے حصے ان آیات کی روشنی میں دیکھے جائیں تو اولاد کی موجودگی کی صورت میں دونوں کو چھٹا حصہ ملتا ہے اسی طرح کلالہ کی میراث میں بھائی اور بہن کو برابر برابر حصہ ملتا ہے، اور جہاں کہیں فرق نظر آتا ہے وہ ذمہ داریوں کی بنا پر ہے جو استحقاقی مساوات کا تقاضا ہے جس سے واضح ہوتا ہے قرآن تقسیم میراث کے وقت صرف صنف کو نہیں بلکہ ذمہ داریوں کو ملحوظ رکھتا ہے اور ان کے مطابق جس کا جو حق بنتا ہے وہ اس کو دے دیا جاتا ہے۔

v. معاشی مساوات

اسلام ارتکازِ دولت نہیں بلکہ گردشِ دولت کا درس دیتا ہے۔ آیاتِ میراث میں گردشِ دولت کی تربیت کا پہلو ملتا ہے کہ اس اصول کے مطابق میت کے ورثاء معاشی تفاوت کا شکار نہ ہوں بلکہ ذمہ داریوں کے مطابق جائیداد ان میں تقسیم کردی جائے۔ جاہلیت کا طریقہ مضبوط کو مزید طاقتور بنانے اور استحصال کا موقع فراہم کرنے کا ذریعہ تھا، اس میں افلاس اور لاچاری کو فروغ دیا جاتا تھا جبکہ اسلام نے بطورِ احسان نہیں بلکہ بطورِ استحقاق وارث کو اس کا مال دینے کا اصول دیا ہے اور جبر استبداد کی

روش کا خاتمہ کیا ہے۔اس طرح معاشرے میں معاشی مساوات قائم ہوتی ہیں اور فقراء، مساکین اور اقرباء کو اس میں شامل کرکے ان کی ضرورتوں کا بھی کسی نہ کسی انداز میں ازالہ ہوجاتا ہے۔اس طرح اسلام تقسیمِ دولت کا یہ نظام فراہم کرکے معاشرے میں معاشی مساوات قائم کرتا ہے تاکہ لوگوں کو ان کی کفالت کا سامان استحقاق کی بنیاد پر باعزت طریقے سے فراہم کیا جائے۔

vi. سماجی مساوات

معاشرے کے افراد کے مقام کا تعین ان کے حسب نسب، منصب، حسن یا دولت کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اور جو ان خصائص سے محروم ہوتے ہیں عموماً ان کو معاشرے کے نچلے طبقہ میں رکھا جاتا ہے۔اسلام کے نظامِ وراثت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام سماجی مساوات کا قائل ہے جس میں ہر فرد کی عزت اور احترام کو ملحوظ رکھا جائے،اسی لئے تو تجسس، غیبت، جھوٹ، تکبر، حسد اور منافقت جیسے عیوب سے اپنے آپ کو پاک رکھنے کا حکم دیتا ہے کہ ان امور سے عزت واحترام میں فرق پڑتا ہے۔وراثت کے نظام میں حصوں کا تعین اور اس کے مطابق مال کو مستحق کے سپرد کرنے کا قرآنی حکم معاشرتی اعتبار سے محروم افراد کو وسائل کی اس ذریعہ سے فراہمی سے ان کو باعزت اور باوقار بناتا ہے کہ وہ کسی کے دستِ نگر نہ رہیں بلکہ عزت کے ساتھ وسائلِ حیات تک رسائی پائیں اور ان کو استعمال میں لائیں۔تمام افرادِ معاشرہ کو اس دھارے میں لانے کے لئے انفاق کی ترغیب کے ساتھ ساتھ یہ حکم بھی دیا کہ:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا[34]

"اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھا ہوا رکھو (کہ کسی کو کچھ نہ دو) اور نہ ہی اسے سارا کا سارا کھول دو (کہ سب کچھ ہی دے ڈالو) کہ پھر تمہیں خود ملامت زدہ (اور) تھکا ہارا بن کر بیٹھنا پڑے"

اس میں کنجوسی سے منع کیا گیا کہ مال پر سانپ بن کر بیٹھا جائے کہ کسی کے کام نہ آسکے اور نہ ہی اس انداز سے سب خرچ کر دیا جائے کہ بعد میں خود محتاج ہوجائے اور دوسروں کا دستِ نگر بن جائے بلکہ اسلام میں میانہ روی کی روش اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ معاشرے کے تمام افراد باعزت انداز سے اپنی ضروریاتِ زندگی کا سامان حاصل کرسکیں اور کسی کو کسی کی محتاجی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔وراثت میں تقسیمِ مال کا یہ اسلامی قانون ورثاء، فقراء، مساکین اور قریبی رشتہ داروں کی معاشرتی عزت ووقار اور حاجاتِ زندگی کی تشفی کا سامان ہے۔

شریعتِ اسلامیہ کے مقاصد کی روسے وراثت کے اسلامی نظام کو اگر دیکھا جائے تو حکم شریعت پر عمل کرتے ہوئے اس میں حفظِ دین کے شرعی مقصد کی رعایت کی جارہی ہے، پھر ضرورت مند کو وراثت کے مال کی فراہمی کے ذریعے سامانِ زیست کی فراہمی حفظِ نفس کے تقاضا کی امین بن جاتی ہے اور اگر کسبِ معاش کے اسباب نظر نہ آتے ہوں تو انسان سوچوں میں اس قدر ڈوب جاتا ہے یا گل پن کی حدتک جا پہنچتا ہے تو وراثت کے ذریعے اسباب حیات کی فراہمی اس کی عقل کو قائم رکھتی ہے اور اسے شرعی اور غیر شرعی معاملات کی تمیز سکھاتی ہے اس طرح حفظِ عقل کا شرعی مقصد پورا ہوتا ہے اور بھوک اور افلاس بعض اوقات زندگی کے اختتام تک انسان کو لے جاتی ہے اسی لئے کئی علاقوں کی مثالیں دے کر کہا جاتا ہے کہ وہاں انسانیت فقر وافلاس سے مر رہی ہے تو تقسیمِ وراثت انسانی نسل کی بقاء کا اس طرح سامان بنتی کہ مرنے والے کی نسل کو اگر وہ غریب ہو تو

افلاس سے بچا کر اسباب حیات کی فراہمی کا ذریعہ بنتی ہے جو افزائشِ نسل کے امور میں مشغولیت کا سامان نظر آتا ہے۔ اس طرح حفظِ نسل کا شرعی مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ آخر مال کے ضیاع کی بجائے اس کے حقداروں تک اس کا پہنچنا اس کو محفوظ بنا کر حفظِ مال کے شرعی مقصد کو پورا کرتا ہے۔ اس طرح اسلامی نظامِ میراث مقاصدِ شریعت پر عمل کا بہترین ذریعہ ہے جو فلاحِ انسانیت کی راہوں کو متعین کرتا ہے اور مساوات کی تمام جہتوں کا تحقق یقینی بناتا ہے۔ عدل و مساوات کے انہی معاملات کو جاننے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی راہ دکھاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ "تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهَا فَإِنَّهُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَهُوَ يُنْسَى وَهُوَ أَوَّلُ شَيْءٍ يُنْتَزَعُ مِنْ أُمَّتِي" [35]

"اے ابوہریرہ! علمِ فرائض سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ یہ نصف علم ہے جسے بھلا دیا جائے گا اور یہ سب سے پہلی چیز ہے جسے میری امت سے چھین لیا جائے گا"

عملی طور پر دیکھا جائے تو امت کی اکثریت اس قانونِ شریعت پر عمل سے گریزاں نظر آتی ہے اور جاہلیت کا طریق اس میں سرایت کرتا نظر آرہا ہے جو کہ معاشرہ کی بربادی اور احکامِ شریعت سے روگردانی کا سبب بن رہا ہے۔ بقاء اسی قانون کی طرف رجوع اور اس کی اتباع میں ہے۔

اس ساری بحث کا نچوڑ درج ذیل نکات کی صورت میں سامنے آتا ہے:

- آیاتِ میراث میں دو اہم پہلو عدل اور مساوات میں انسانی تربیت کے لئے اہم جہتوں کا تعین کیا گیا ہے جن کی تفصیل اس تحقیقی مقالہ میں زیرِ بحث لائی گئی ہے؛
- عدل کا لغوی معنی قائم رہنا اور اصطلاحی معنی "قول و فعل اور کسی کو دینے کے اعتبار سے حق کو لازم پکڑنا کہ نہ کسی کو زیادہ دیا جائے اور نہ ہی کم اور حقداروں کے درمیان مساوات قائم رکھنا اور کسی بھی انسان پر ظلم پر راضی نہ ہونا" ہے؛
- عدل کی سلبی اور ایجابی دو صورتیں ہیں؛
- عدل قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے مشروع و معمول ہے؛
- آیاتِ میراث میں عدل سے متعلق ملنے والے تربیتی دروس میں حق دار کو اس کا حق دینا، کمزور طبقات کا تحفظ، ذمہ داری اور استحقاق کا توازن، خاندانی استحکام کا تحفظ، وصیت اور میراث میں توازن اہم جہتیں ہیں جن کی رعایت معاشرے کو پرامن اور مستحکم بنا دیتی ہے۔
- مساوات کا اصطلاحی معنی "دو چیزوں کو برابر رکھنے یا ایک درجہ میں رکھنے کا نام ہے" جبکہ اس کا اصطلاحی معنی" متعدد حقوق و فرائض میں مختلف افراد کو ایک ہی جگہ رکھنا ہے "ہے۔
- آیاتِ میراث میں مساوات سے متعلق ملنے والے تربیتی دروس میں انسانی مساوات، قانونی مساوات، صنفی مساوات، استحقاقی مساوات، معاشی مساوات، سماجی مساوات ہیں۔

یہ موضوع معاشرتی امن اور انسانی فلاح سے متعلق اپنی نوعیت کا اہم مضمون ہے لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے دورِ حاضر کے مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے اور آیاتِ قرآنی پر غور و فکر کا عادی بنایا جائے تاکہ وہ عملی طور پر قرآنی تعلیمات کو اپنا کر اپنی دنیا اور آخرت کی بہتری کا سامان کر سکیں۔ مزید یہ کہ اس نوعیت کے مختلف عنوانات کے تحت قرآنی

سورتوں اور آیات سے ملنے والے تربیتی دروس پر مزید تحقیقی کام کروایا جائے تاکہ تعلیماتِ قرآنی سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر کے معاشرتی اصلاح وفلاح کا سامان کیا جاسکے۔

حوالاجات

[1]۔ ابن منظور، ابو الفضل محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، فصل العین المهملة، دار صادر، بيروت، الطبعة الثالثة، 1414ھ، 11: 430

Ibn Manẓūr, Abū al-Faḍl Muḥammad bin Mukarram bin ʿAlī, *Lisān al-ʿArab*, Faṣl al-ʿAyn al-Muhmalah, Dār Ṣādir, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Thālithah, 1414H, 11:430.

[2]۔ انيس ونخبة من اللغويين، المعجم الوسيط، مجمع اللغة العرية، القاهرة، الطبعة الثانية، 1392ھ-1972م، 2: 588

Unays wa Nukhbah min al-Lughawiyyīn, *al-Muʿjam al-Wasīṭ*, Majmaʿ al-Lughah al-ʿArabiyyah, al-Qāhirah, al-Ṭabʿah al-Thāniyah, 1392H/1972M, 2:588.

[3]۔ مبيض، محمدسعيد، اخلاق المسلم وكيف نربى ابناءنا عليها، مكتبة الغزالى، سوريا، الطبعة الاولیٰ، 1411ھ، ص: 298

Mubayyaḍ, Muḥammad Saʿīd, *Akhlāq al-Muslim wa Kayfa Nurabbī Abnāʾanā ʿAlayhā*, Maktabat al-Ghazālī, Sūriyā, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1411H, p. 298.

[4]۔ الجن، 72: 15

Al-Jinn, 72:15

[5]۔ محمد المبارک، الثقافة الاسلامية، جدة، 1409ھ، ص:45-46

Muḥammad al-Mubārak, *al-Thaqāfah al-Islāmiyyah*, Jeddah, 1409H, pp. 45–46.

[6]۔ النحل، 16: 90

Al-Naḥl, 16:90

[7]۔ الاعراف، 7: 29

Al-Aʿrāf, 7:29

[8]۔ الحجرات، 49: 9

Al-Ḥujurāt, 49:9

[9]۔ الحديد، 57: 25

Al-Ḥadīd, 57:25

[10]۔ القشيرى، ابو الحسين مسلم بن حجاج، الجامع الصحيح، تحقيق: محمد فؤاد عبدالباقى، كتاب البر والصلة والاداب، باب تحريم الظلم، دار احياء التراث العربى، بيروت، 1374ھ-1955م، 4: 1994، رقم الحديث:2577

Al-Qushayrī, Abū al-Ḥusayn Muslim bin al-Ḥajjāj, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, taḥqīq: Muḥammad Fuʾād ʿAbd al-Bāqī, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah wa al-Ādāb, Bāb Taḥrīm al-Ẓulm, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Bayrūt, 1374H/1955M, 4:1994, Ḥadīth no. 2577.

[11]۔ مسلم، الجامع الصحيح، كتاب الامارة، باب فضيلة الإمام العادل. وعقوبة الجائر، والحث على الرفق بالرعية، والنهي عن إدخال المشقة عليهم، 3: 1458، رقم الحديث:1827

Muslim, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Imārah, Bāb Faḍīlat al-Imām al-ʿĀdil wa ʿUqūbat al-Jāʾir wa al-Ḥathth ʿalā al-Rifq bi al-Raʿiyyah wa al-Nahy ʿan Idkhāl al-Mashaqqah ʿAlayhim, 3:1458, Ḥadīth no. 1827.

[12]۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل،الجامع الصحح،کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولایسلمہ،دارطوق النجاۃ،بیروت، الطبعۃ الاولیٰ،1422ھ،3: 128، رقم الحدیث:2442

Al-Bukhārī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Ismāʿīl, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Maẓālim, Bāb Lā Yaẓlim al-Muslim al-Muslim wa Lā Yuslimuhu, Dār Ṭawq al-Najāt, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1422H, 3:128, Ḥadīth no. 2442.

[13]۔ مسلم،الجامع الصحیح،کتاب البر والصلۃ والاداب،باب تحریم الظلم،4: 1996، رقم الحدیث:2578

Muslim, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Birr wa al-Ṣilah wa al-Ādāb, Bāb Taḥrīm al-Ẓulm, 4:1996, Ḥadīth no. 2578.

[14]۔ بخاری،الجامع الصحح،کتاب الاکراہ، باب یمین الرجل لصاحبه إنه أخوه، إذا خاف عليه القتل أو نحوه،9: 22، رقم الحدیث:6952

Al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Ikrāh, Bāb Yamīn al-Rajul li-Ṣāḥibihi Innahu Akhūhu Idhā Khāfa ʿAlayhi al-Qatl aw Naḥwahu, 9:22, Ḥadīth no. 6952.

[15]۔ الحلبی، ابوالفرج علی بن ابراھیم بن احمد، إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون (السيرة الحلبية)،دارلاکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الثانیۃ،1427ھ،باب ذکر مغازیہ-باب غزوۃ بدرالکبریٰ،2: 220

Al-Ḥalabī, Abū al-Faraj ʿAlī bin Ibrāhīm bin Aḥmad, *Insān al-ʿUyūn fī Sīrat al-Amīn al-Maʾmūn (al-Sīrah al-Ḥalabiyyah)*, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Thāniyah, 1427H, Bāb Dhikr Maghāzīhi – Bāb Ghazwat Badr al-Kubrā, 2:220.

[16]۔ الطبری،ابوجعفر محمد بن جریر،جامع البيان عن تأويل آي القرآن،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،الطبعۃ الاولیٰ،18: 281

Al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad bin Jarīr, *Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān*, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 18:281.

[17]۔ الحجرات،49: 9

Al-Ḥujurāt, 49:9

[18]۔ النساء،4: 11

Al-Nisāʾ, 4:11

[19]۔ زمخشری،محمود بن عمر،الکشاف، داراحیاء التراث العربی ومؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت،ص:51

Al-Zamakhsharī, Maḥmūd bin ʿUmar, *al-Kashshāf*, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī wa Muʾassasat al-Tārīkh al-ʿArabī, Bayrūt, p. 51.

[20]۔ ابن کثیر،عماد الدين أبو الفداء إسماعيل بن عمرالدمشقي،تفسير القرآن العظيم،دار الكتب العلمية، بیروت-لبنان، الطبعة الأولیٰ،1419ھ-1998م،2: 197

Ibn Kathīr, ʿImād al-Dīn Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl bin ʿUmar al-Dimashqī, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1419H/1998M, 2:197.

[21]- ابوزهرة،محمد،زهرة التفاسير،دارالفکرالعربی،4: 1604
Abū Zahrah, Muḥammad, *Zahrat al-Tafāsīr*, Dār al-Fikr al-ʿArabī, 4:1604.

[22]- النساء،4: 12
Al-Nisāʾ, 4:12

[23]- ابن کثیر،تفسیر القرآن العظیم،2: 200
Ibn Kathīr, *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*, 2:200.

[24]- بخاری، الجامع الصحیح،کتاب الوصیۃ،باب أن یترک ورثتہ أغنیاء خیر من أن یتکففوا الناس ،4: 3 رقم الحدیث:2742
Al-Bukhārī, *al-Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ*, Kitāb al-Waṣiyyah, Bāb An Yatruka Warathatahu Aghniyāʾ Khayr min An Yatakaffafū al-Nās, 4:3, Ḥadīth no. 2742

[25]- ابن ماجہ،ابوعبداللہ محمد بن یزیدالقزوینی،السنن،تحقیق: محمد فؤاد عبدالباقی،کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیۃ،داراحیاء الکتب العربیۃ،2: 902،رقم الحدیث: 2703
Ibn Mājah, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Yazīd al-Qazwīnī, *al-Sunan*, taḥqīq: Muḥammad Fuʾād ʿAbd al-Bāqī, Kitāb al-Waṣāyā, Bāb al-Ḥayf fī al-Waṣiyyah, Dār Iḥyāʾ al-Kutub al-ʿArabiyyah, 2:902, Ḥadīth no. 2703.

[26]- الحجرات،49 :13
Al-Ḥujurāt, 49:13

[27]- ابن منظور،لسان العرب،فصل السین المهملة،14: 410
Ibn Manẓūr, *Lisān al-ʿArab*, Faṣl al-Sīn al-Muhmalah, 14:410.

[28]- ابن مسکویہ،ابوعلی احمد بن محمد،تهذیب الاخلاق وتطهیر الاعراف،دار مکتبۃ الحیاۃ،بیروت،الطبعۃ الثانیۃ،ص: 108
Ibn Miskawayh, Abū ʿAlī Aḥmad bin Muḥammad, *Tahdhīb al-Akhlāq wa Taṭhīr al-Aʿrāf*, Dār Maktabat al-Ḥayāh, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Thāniyah, p. 108.

[29]- ابن مسکویہ، تهذیب الاخلاق وتطهیر الاعراف،ص: 119
Ibn Miskawayh, *Tahdhīb al-Akhlāq wa Taṭhīr al-Aʿrāf,* p. 119.

[30]- النساء،4: 8
Al-Nisāʾ, 4:8

[31]- خازن، أبو الحسن علاؤ الدين علي بن محمد بن إبراهيم بن عمر الشيحي،لباب التأويل في معاني التنزيل ،سورة النساء تحت آیت8، دار الكتب العلمية،بيروت، الطبعة الأولى، 1415ھ، 1: 344؛قرطبی، أبو عبد الله، محمد بن أحمد الأنصاري، الجامع لأحكام القرآن،تحقيق:أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش،سورة النساء، تحت آیت8، دار الكتب المصرية،القاهرة،الطبعةالثانية،1384ھ-1964م، 5: 50
Al-Khāzin, Abū al-Ḥasan ʿAlāʾ al-Dīn ʿAlī bin Muḥammad bin Ibrāhīm bin ʿUmar al-Shayḥī, *Lubāb al-Taʾwīl fī Maʿānī al-Tanzīl*, Sūrat al-Nisāʾ taḥt Āyah 8, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1415H, 1:344; al-Qurṭubī, Abū ʿAbd Allāh Muḥammad bin Aḥmad al-Anṣārī, *al-Jāmiʿ li Aḥkām al-Qurʾān,* taḥqīq: Aḥmad al-Bardūnī wa Ibrāhīm Aṭfaysh, Sūrat al-Nisāʾ taḥt Āyah 8, Dār al-Kutub al-Miṣriyyah, al-Qāhirah, al-Ṭabʿah al-Thāniyah, 1384H/1964M, 5:50.

[32] - السیوطی،عبدالرحمٰن بن ابی بکرجلال الدین،الدر المثنثور،سورة النساء تحت آیت8،دار الفکر،بیروت، 2: 440

Al-Suyūṭī, ʿAbd al-Raḥmān bin Abī Bakr Jalāl al-Dīn, *al-Durr al-Manthūr*, Sūrat al-Nisāʾ taḥt Āyah 8, Dār al-Fikr, Bayrūt, 2:440.

[33]- احمد بن حنبل،المسند،تحقیق: شعیب الارنؤوط وآخرون،مسند الانصار رضی اللہ عنہم،مسند رجل من اصحاب النبی ﷺ،مؤسسۃالرسالۃ،بیروت، الطبعۃ الاولیٰ1421ھ-2001م،38: 474،رقم الحدیث:23489

Aḥmad bin Ḥanbal, *al-Musnad*, taḥqīq: Shuʿayb al-Arnaʾūṭ wa Ākharūn, Musnad al-Anṣār (raḍiy Allāhu ʿanhum), Musnad Rajul min Aṣḥāb al-Nabī ﷺ, Muʾassasat al-Risālah, Bayrūt, al-Ṭabʿah al-Ūlā, 1421H/2001M, 38:474, Ḥadīth no. 23489.

[34]- الاسراء،17: 29

Al-Isrāʾ, 17:29

[35]- ابنِ ماجہ،السنن،کتاب الفرائض،باب الحثِ علیٰ تعلیم الفرائض،2: 908، رقم الحدیث:2719

Ibn Mājah, *al-Sunan*, Kitāb al-Farāʾiḍ, Bāb al-Ḥathth ʿalā Taʿlīm al-Farāʾiḍ, 2:908, Ḥadīth no. 2719.